سے جاری ہیں۔

ایک تازہ خبر ملاحظہ ہو: "افغانستان میں صورتِ حال کو بہتر بنانے کے لیے پاکستان کو اقتصادی و فنی امداد کی پیش کش"۔ (جنگ ۵ جنوری ۱۹۸۹ء - پہلی سرخی - صفحہ اوّل - کالم ۵ تا ۸)

یہ صریحاً بین الاقوامی رشوت کی پیش کش ہے۔

ایک خبر اور ــــ اے پی پی کی اطلاع کے مطابق اخباری اطلاع ہے کہ ظاہر شاہ کی جانب سے پاکستانی ویزا کی درخواست دی گئی ہے ــــ انہیں ایک بڑے جلوس کی شکل میں پشاور سے کابل لے جایا جائے گا۔ پروگرام بنا لیا گیا ہے۔ (ہمارا خیال ہے کہ اس جلوس کے قافلہ سالار ولی خاں ہوں، نائب سالار ان کی بیگم صاحبہ ہوں، اور سیاسی گارڈ پیپلز پارٹی کے جہانگیر بدر ہوں۔ ن۔ ص) - یہ واقعہ ہوا تو روسی، امریکی اور بھارتی سازش میں پاکستان کے ملوّث ہونے کا ناقابلِ تردید ثبوت ہوگا۔ (تکبیر - ۱۹ جنوری ص ۶، کالم ۲)۔

گویا مختصراً یہ سارا کھیل بھی نگارانِ لادینیت کے غمزوں پہ ہو رہا ہے۔

---

اسلامی نظریہ اگر کمزور ہوگا تو پاکستان کمزور ہوگا اور پاکستان کمزور ہوگا تو اسلامی نظریہ کمزور ہوگا۔ اِس اصول کے مطابق بعض قوتیں براہ راست اسلام سے لڑنے کے بجائے تضعیفِ پاکستان ــــ (WEAKENING OF PAKISTAN) میں لگی ہیں۔

سارک کانفرنس اس نیک کام کا خوب ذریعہ بنی۔

۶ جنوری کے جنگ لاہور کا ص ۹ نکال کر بھارتی اخباروں کے انگریزی تراشے پڑھیے۔ آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی، خدا کرے کہ آنکھیں ہوں سہی۔ ایس کے نہال سنگھ کا تعلق ہندوستان ٹائمز سے ہے۔ نوٹ ہے: INDO PAKISTAN TIES - مشہور صحافی چکرا ورتی کا مضمون ہے STRENGTHENING۔ اور ایک اور مضمون ہے۔ INDO PAKISTAN SUMMIT اس کا ایک فقرہ بس کرتا ہے۔ BENAZIR'S PAKISTAN - ویسے سب نے مسرتوں کا اظہار کیا ہے جس کی وجہ پی پی پی اور بھارت کے مشترک دشمن کا بیچ میں سے ہٹ جانا ہے۔ ضروری فقرہ

یہ ہے کہ "بے نظیر کو مدد پہنچانے کی ضرورت ہے۔ ایک تو جرنلوں کے دباؤ کا خیال رکھنا ہے۔ دوسرے ضیاء الحق کے وارثوں کی طرف سے فنڈامنٹلزم آف پاکستان کا خطرہ ہے۔"

یعنی بھارت کی ہندو ذہنیت کے لیے پاکستان میں دو چیزیں ناپسندیدہ ہیں۔ ایک فوجی قوت جو اس کے راستے میں رکاوٹ ہے، دوسرے اسلام جس کے تحت دو قومی نظریہ وجود میں آیا اور تقسیم برصغیر واقع ہوئی۔

تضعیف پاکستان کے مظاہر تو یوں بھی سرعام تھے۔ صلاح الدین صاحب لکھتے ہیں: "بینظیر نے امریکہ کے چکر لگائے، باقاعدہ تحریری درخواستیں گذاریں جو امریکی سینیٹ کی رپورٹوں میں شامل ہیں۔ وہاں سینیٹروں اور امریکی حکام سے ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ سولارز کو اپنی مہم کا نگران مقرر کیا[۱]۔ لندن، پیرس، دہلی، ماسکو، کابل، کوپن ہیگن، ایمسٹرڈم، دمشق، طرابلس اور دنیا کے مختلف دارالحکومتوں میں عوامی اور حکومتی سطحوں پر پاکستان کے خلاف زبردست مہم چلائی۔ جتوئی نے بھی امریکہ یاترا کا اہتمام کیا۔ ولی خان نے ماسکو اور دہلی کے چکر لگائے۔ جی ایم سید بھی پاکستان پر حملے اور سندھ کے بھارت سے الحاق کی درخواست لے کر راجیو کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ولی خان نے روسی فوجوں کی مدد اور اٹک پر اس کے اقتدار کی زنجیر لگانے کی خبر سنائی۔ اصغر خان نے بھی سپر طاقتوں کا منظور نظر ہونے کا تاثر دیا۔ ضیاء الحق مرحوم نے خود یہ واقعہ سنایا کہ بھارت کے سفیران سے ملنے آتے۔ اور پیپلز پارٹی کے ایک رہنما کا نام لے کر جو کراچی میں مقیم ہیں اور حالیہ انتخابات میں قومی اسمبلی کے امیدوار بھی تھے، کہا کہ آپ کے سیاسی لیڈروں کا عجیب حال ہے کہ وہ ہمیں باقاعدہ حملے کی دعوت دیتے ہیں۔ انتخابی مہم کے دوران اور اس سے قبل سفیروں نے محض انفرادی ملاقاتیں نہیں کیں بلکہ وہ سیاسی جماعتوں کی عاملہ کے اجلاس میں شریک ہوتے۔ پریس کلب کی تقاریب، پریس کانفرنسوں اور جلسوں میں سیاسی قائدین کے دائیں بائیں بیٹھے نظر آتے۔" (تکبیر۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۸۸ء۔ ص ۱۰ تا ۱۲)

---

[۱] آج یہودی لابی کے یہی سولارز صاحب پاکستان میں آکر اپنی کارکردگی دیکھنے اور افسر کرشر کے طور پر محترمہ بے نظیر اور محترم نواز شریف اور دوسروں کو ہدایات دینے اور معاملات ٹھیک کرنے آتے ہیں۔ نیز مسئلہ افغانستان کی میٹھے میں چھرا گھونپنے۔ (خبر، جنگ ۱۲ جنوری۔ کالم ۱ تا ۵۔ ملخص)

(د) یہ بات سارک کانفرنس کی چھیڑی ہوئی تھی۔ اس کے متعلق مجملاً چند نکات:۔

۱۔ پروٹوکول کا تقاضا تھا کہ سابق سربراہ مملکت کے متعلق فاتحہ یا اجتماعی اظہارِ غم کی قرارداد پیش ہوتی۔ بخلاف اس کے جن اکابر ممبران نے اپنا فرض سمجھ کر لب کشائی کی، ان کے لیے ہماری میزبان وزیراعظم کا ردِّ عمل بڑا سخت تھا۔

۲۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کانفرنس دو دھڑوں میں تقسیم ہے۔ پاکستان اور بھارت ایک دھڑے میں اور بقیہ پانچ ممالک دوسرے دھڑے میں۔

۳۔ راجیو گاندھی اور محترمہ بے نظیر کی باہمی دوستی کا سبب ضیا دشمنی معلوم ہوتا تھا۔

۴۔ محترمہ نے شیخ مجیب الرحمٰن اور آنجہانی اندرا گاندھی اور جناب بھٹو کی خدمات کا ذکر کیا تو بنگلہ دیش کی تشکیل کا سارا نقشہ سامنے آگیا۔

۵۔ غیر ملکی اکابر کو مزارِ ضیاء الحق پر نہیں جانے دیا گیا، بلکہ فیصل مسجد میں نماز پڑھنے کا موقع بھی نہیں دیا گیا۔

۶۔ جب تک کشمیر، سیاچن اور افغانستان کے مسائل طے نہیں ہوتے، بھارت سے خوشگوار تعلقات استوار نہ کیے جائیں۔

۷۔ پیپلز پارٹی نے بھارتی وزیراعظم کو غیر معمولی اہمیت دے کر دیگر ممالک کو ناراض کر لیا ہے۔ جب کہ اس سے قبل بھارتی بالادستی سے نجات کے لیے یہ ممالک ہمیشہ پاکستان کی طرف دیکھا کرتے تھے۔

۸۔ محترمہ وزیراعظم نے سارک کانفرنس کو پیپلز پارٹی کا جلسۂ عام بنا دیا۔

۹۔ چوتھی کانفرنس سارک میں پہلی بار فکری سطح پر بھارت کی بالادستی کو اگر کہہ کر نہیں، تو عملی طور پر قبول کر لیا ہے۔

۱۰۔ سارک کانفرنس میں مسئلہ کشمیر کو نظر انداز کرنے سے اہلِ کشمیر اور پاکستان کے محبِ وطن حلقوں میں شدید ردِّ عمل ہوا ہے۔ مقبوضہ کشمیر کے مسلمان عوام کا اسلامی تشخص بگاڑا جا رہا ہے۔ انھیں اقتصادی طور پر نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔[1]

---

[1] بھارتی سفیر جواب دیتا ہے کہ "مسئلہ کشمیر جیسے مسائل سارک کانفرنس میں پیش (باقی بر صفحہ آئندہ)

۱۱۔ بھارت دریائے نیلم کو ایک سرنگ کے ذریعے دولر جھیل میں ڈالنے کا ناپاک منصوبہ بنارہا ہے۔ کشمیر پاکستان کا مضبوط دفاعی حصار ہے۔

اِن اشارات کے مآخذ :۔

ا۔ مضمون پروفیسر محمد سلیم۔ نوائے وقت ۔

ب۔ احباب کلب کی تقریب میں صدارتی خطاب (نوائے وقت۔ ۷ رجنوری ص ۱۔ کالم ۴، ۵، بقیہ ص ۷، کالم ۷)۔

ج۔ سردار عبدالقیوم (نوائے وقت۔ مورخہ ۱۱ رجنوری، صفحہ آخر، کالم ۷، ۸ بقیہ بر ص ۷، کالم ۱)

د۔ سردار سکندر حیات۔ وزیر اعظم کشمیر (نوائے وقت۔ ۱۱ رجنوری، ص ۱، کالم ۴، ۵)

س۔ قاضی حسین احمد، ڈاکٹر افضل اعجاز اور اشفاق سرور (پریس کانفرنس) (روزنامہ جنگ ۔ ۱۱ رجنوری، ص ۸، کالم ۱، ۲ بقیہ ص ۷۔ کالم ۶۔ نیز نوائے وقت ۔ ۱۱ رجنوری ص ۸، کالم ۴، ۵ ، بقیہ ص ۷ کالم ۳)۔

اِدھر جدہ سے ہماری وزیر اعظم کا بیان آیا کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان موجودہ کشیدگی کا باعث کشمیر کا مسئلہ ہے۔ (جنگ ص ۱ ۔ کالم ۶، ۷، ۸۔ بقیہ ص ۶، کالم ۳)۔

اِس بیان نے جو پریشانی بھارت میں پیدا کی، اُس کا توڑ ہندوستان ٹائمز نے کر دیا۔ اس نے قوم کو مشورہ دیا کہ جدہ والے بیان کشمیر کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔ (ایسی باتیں تو ہوتی ہی رہتی ہیں، نہ یہ اخبار کہتا ہے، گو وہ منتخب وزیر اعظم ہیں لیکن ایک مضبوط فوج اور ایک بنیاد پرست (فنڈامنٹلسٹ) طبقہ اس موقع کی تلاش میں ہے کہ وہ کب کوئی غلطی کریں اور انہیں اقتدار سے ہٹادیں۔ (جنگ ۔ ۴ رجنوری ص ۸ ۔ کالم ۴، ۵ ۔ بقیہ ص ۷، ک ۶)۔

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ)

نہیں ہو سکتے " تو کیا یہ کانفرنس " نشستند و گفتند و برخاستند" قسم کی ہے ۔ (نوائے وقت ۱۱ رجنوری ص ۱ کالم ۴، ۵ ۔ بقیہ ص ۷، کالم ۴) ۔ اور بھارتی استاد کی اسی دلیل کو ہمارا شوکت محمود صاحب جیسے ذہین و فطین لیڈر نے دہرادیا ہے۔ (جنگ ۱۶ رجنوری، ص آخر، کالم ۴، ۵)۔

دو قومی نظریہ جو مسلمانوں اور ہندوؤں کی مذہبی اور تہذیبی اور تاریخی علیحدگی کے تصور پر ہی نہیں، عملی تجربوں پر مبنی ہے، اسے سارک کانفرنس کی پیدا کردہ فضا میں ضرب لگانے کے لیے بھارتی سفیر مسٹر ایس کے سنگھ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ " پاکستان اور بھارت دو آزاد خود مختار ملک ہیں لیکن دو مشترک ورثے کے حامل ہیں دراوڑ موہنجو ڈرو اور ہڑپہ میں رہتے تھے اور پھر آرین اور مغل وادی سندھ میں آئے۔ ان سب کا خون ہم میں شامل ہے۔ زبان ہماری مشترک ہے (سفید جھوٹ — اُردو کو مسلمانوں کی زبان کہہ کر ہندی کو الگ زبان بنایا — ن۔ص) شاعری مشترک ہے، موسیقی مشترک ہے، ہمارا ثقافتی ورثہ مشترک ہے۔ اس لیے ہمارا دوسرے ممالک کے مقابلے میں ملنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ (جنگ ۱۱ر جنوری۔ ص ۱ کالم ۴، ۵۔ بقیہ ص ۶، کالم ۳، ۴)

اس شخص کو لفظ تہذیب و ثقافت کے معنی اور ان معنی کی وسعتوں اور گہرائیوں اور ان کی بنیادی رُوح کا شعور نہیں۔ بس ہماری نئی نسل کو جو ہندوؤں کی مسلم دشمنی کی تاریخ سے بے خبر ہے، ایک مغالطے میں ڈال کر اپنا اُلو سیدھا کرنا مطلوب ہے۔

سارک کانفرنس کے سلسلے میں پاکستان اور بھارت کے درمیان جو معاہدے ہوتے ہیں، ان میں سے اہم کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ایک معاہدہ ہے کہ " فریقین ہر سال یکم جنوری کو اپنی ایٹمی تنصیبات کے حدود اربعہ سے ایک دوسرے کو آگاہ کریں گے[1] (تکبیر ۱۹ر جنوری۔ ص ۱۵، ۱۶)

لیکن ہم جو معلومات بھارت کے حوالے کریں گے وہ ان کی (RANGE) میں ہوں گی، لیکن بھارت سے اگر صحیح معلومات بھی ملیں تو وہ ہماری پہنچ سے باہر ہیں۔ بھارت کے پاس ایسے میزائل ہیں جن کی مدد سے وہ جب چاہے پاکستان اور چین کو اپنا ہدف بنا سکتا ہے۔

دوسرا ہے ثقافتی تبادلے کا معاہدہ۔ پروپیگنڈے اور ثقافتی یلغار کے محاذ پر بھارت ہم سے

---

[1] چند روز پہلے کا واقعہ ہے کہ ایٹمی تنصیبات پر حملے کا منصوبہ اور درآمد شدہ سامان پکڑا گیا ہے۔ بالعموم بھارت ہی کو اس کا ذمہ دار مانا گیا ہے۔ اور کیسے معاہدے۔ (اداریہ جنگ۔ ۱۶ر جنوری، ص ۳، کالم ۱، ۲)۔

آگے ہے۔ اس کی ثقافتی جنگ جاری ہے۔ بھارتی سفارت خانوں، دوشیلی وژن کے ذریعے بھی جاری ہے۔ ہمارے نام نہاد ادیبوں اور دانشوروں اور فن کاروں کو بھارتی سفارت خانوں میں نوازا جاتا ہے۔ لادینیت پسند بھارت نے اگر بھرپور قسم کے ثقافتی طائفے بھیجے تو جواب میں کیا میاں کے طائفے وہاں تبلیغ اسلام کریں گے۔

نشانِ عبرت ہے کہ اس معاہدے کے ساتھ ہی ہمارے ذرائع ابلاغ نے عربی کا بلٹن ختم کر کے ہندی کا شروع کر دیا ہے۔

بس یہاں ایک مثال بھارت کی ثقافتی اثر اندازی کی۔

ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں کہ پاکستان میں پچھلے دنوں ہندوستان کا ایک سفرنامہ "مندر میں محراب" کے عنوان سے شائع ہوا[1]۔ مصنف نے ایک منظم منصوبے کے مطابق یہ بات پھیلا دی ہے کہ اس میں اندرا گاندھی کی مخالفت کی گئی ہے۔ میں نے یہ کتاب پڑھی تو حیرت زدہ رہ گیا۔ مندر میں محراب کے مصنف تو اندرا گاندھی کو سیاسی ہیرو بنا کر پیش کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی قومی غیرت ہی کا بلیدان نہیں دیا بلکہ مذہبی عقائد پر بھی ضرب لگائی ہے، اور اہانتِ اقبال سے بھی گریز نہیں کیا۔ (تکبیر ۸ دسمبر ۱۹۸۸ء ص ۴۰)

---

اب چند متفرق اطلاعات۔

کراچی کی ایک تقریب میں معزز و معروف شخصیت جناب رشید چودھری کو پارٹی کے پروانوں نے زدوکوب کیا۔ اس واقعہ پر افراد اور اداروں کی طرف سے شدید ردِ عمل سامنے آرہا ہے۔

دھمکیاں دینے کا عمل بھی شروع ہو گیا ہے۔ مثلاً کہا گیا ہے کہ اگر وفاقی حکومت کی مخالفت ختم نہ کی گئی تو ملک بھر میں دہشت گردی کا طوفان اٹھا دیا جائے گا۔

ایک دھمکی ایک ذمہ دار شخصیت نے یہ دی ہے کہ عنقریب اسلامی جمعیت طلبہ کا نام و نشان پنجاب

---

[1] واضح رہے کہ ترجمان القرآن کسی ادبی دھڑے بندی سے تعلق نہیں رکھتا۔ ایک حوالہ سامنے آیا وہ پیش خدمت ہے۔